© rasailojaraid.com

مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر سورۂ والشمس کا جائزہ

ضیاء الدین اصلاحی

ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ قرآنیات کے متبحر عالم تھے، وہ مدۃ العمر قرآن مجید میں غور وفکر فرماتے رہے اور وہی ان کی اکثر تصنیفات کا موضوع ہے، جن میں قرآن کے اسرار و حقائق بے نقاب کیے گئے ہیں مولانا نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان کے نام سے عربی میں ایک مہتم بالشان تفسیر لکھ رہے تھے مگر افسوس کہ یہ مکمل نہیں ہو سکی، البتہ قرآن کے بعض اہم پہلوؤں اور چند متفرق سورتوں کی انہوں نے جو تفسیر لکھی ہے ان سے تفسیر و علوم قرآنی میں ان کی مہارت تامہ اور دستگاہ کامل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا کی مطبوعہ تصانیف میں اصول التاویل اور فاتحہ نظام القرآن کو خاص اہمیت حاصل ہے ان دونوں میں ان کے اصول تفسیر اور نظریہ تاویل کی توضیح و تفصیل موجود ہے، وہ نظم قرآن اور قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی سے کرنے اور اس کے لیے عربی زبان وادب کو اصل بنیاد بنانے پر خاص زور دیتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن مجید ایک منظم و مربوط کتاب ہے جس کا مفہوم سیاق وسباق، نظائر قرآن اور کلام عرب سے متعین کرنا چاہیئے، ان کے جو تفسیری رسائل شائع ہوئے ہیں، وہ ان قصص وحکایات اور رطب ویابس تفسیری روایات واقوال سے خالی ہیں جن سے عام کتب تفسیر بھری ہوئی ہیں، مولانا پہلے سورہ کا عمود متعین کرکے بتاتے ہیں کہ پوری سورہ کس طرح اسی مرکزی مضمون کو نمایاں کرتی ہے، پھر ماقبل و مابعد کی سورتوں سے زیر تفسیر سورہ کا تعلق بیان کرکے مشکل لفظوں کی تحقیق فرماتے ہیں اور زبان کے اسلوب و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استعمال کی وضاحت کے لیے عرب کے جاہلی شعراؤ خطباء کے کلام سے مدد لیتے ہیں، طویل سورتوں کے مختلف اجزا کی علیحدہ علیحدہ تشریح کر کے ان کے باہمی ربط و تعلق کو نہایت خوبی سے واضح کرتے ہیں، آیتوں کا باہمدگر بھی تعلق دکھاتے ہیں، پوری سورہ میں جو اہم حقائق و نکات بیان کیے گئے ہیں یا جن کی جانب اشارات کیے گئے ہیں ان کو شرح و بسط کے ساتھ پیش کرتے ہیں، سورہ کے دلائل اور طرز استدلال کی خوبی و دل نشینی کی جانب متوجہ کرتے ہیں، کسی آیت کے غلط مفہوم یا سورہ کی غیر صحیح تاویل کی مدلل طور پر تردید کرتے ہیں اور اپنی اختیار کردہ اور مرجح تاویل کے محاسن بیان کرتے ہیں، سورتوں کے زمانہ نزول کی تعیین اور ان کے اسباب نزول وغیرہ پر اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں، غرض مولانا کی قرآنی تصنیفات اور تفسیری رسائل سے ان کے تحقیقی ذوق، مطالعہ کی وسعت، فکر کی گہرائی، دقیقہ سنجی اور قوت استنباط و استخراج کے واضح ثبوت فراہم ہوتے ہیں۔

ذیل میں مولانا کی تفسیری خصوصیات کو نمایاں کرنے کے لیے ان کی ایک مطبوعہ تفسیر سورۂ والشمس کا جائزہ لیا جاتا ہے، اس سے اہل نظر کو معلوم ہو جائے گا کہ ان میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے

سورہ کا عمود :

مولانا فراہیؒ کے نزدیک سورہ والشمس میں قریش اور ان کے بدبخت سردار کو ان کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے اس لیے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی جو سراسر توحید اور کمزوروں کی ہمدردی اور جزا و سزا کی تعلیمات پر مشتمل تھی، تکذیب کی تھی، ان کے نزدیک یہ سورہ ایک مثال ہے جو قریش کو متنبہ کرنے کے لیے ان کے سامنے رکھی گئی ہے اور جو کچھ وہ اپنے رسول کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے انجام کو ان کے سامنے پہلے سے رکھ دیا گیا ہے تاکہ وہ آگاہ ہو جائیں۔

سورہ کا اسلوب :

اسلوب بیان اجمال کا ہے یعنی ان کی سرکشی اور ڈھٹائی کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی تفصیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لیے نہیں کی گئی ہے کہ اگلی اور پچھلی سورتوں میں خود اس سورہ کی شہادتوں اور پورے قرآن مجید میں ان امور کی بار بار تصریح کی جا چکی ہے، اس سورہ کا اصل زور انذار پر ہے، اس وجہ سے یہی پہلو زیادہ نمایاں ہے، دوسرے مطالب اس کے مقابل میں دب گئے ہیں، یہ اسلوب اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ مخاطب کی توجہ منتشر نہ ہو بلکہ ایک ہی نشانہ پر پڑے یعنی پیغمبر نے ان کو متنبہ کر دیا کہ اگر انھوں نے سرکشی کی اور اونٹنی کو کوئی گزند پہنچا یا تو ان پر خدا کا عذاب آدھمکے گا۔

ماقبل ومابعد کی سورتوں سے سورہ والشمس کا تعلق :

ماقبل ومابعد سے اس سورہ کا ربط یہ بتایا ہے کہ سابق سورہ سورۂ بلد میں اصحاب المیمنۃ اصحاب المشئمۃ کا ذکر تھا، موخر الذکر سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی اور اس کی امانت اور بیت اللہ کے فرائض میں بدعنوانیاں کرکے بدبختی میں پڑے اس سورہ میں اس شقاوت کے انجام کی تفصیل کی ہے اور قوم ثمود کے اس بدبخت ترین لیڈر کو بطور مثال پیش کیا ہے جس نے اپنی سرکشی سے پوری قوم کو تباہی کے گڈھے میں گرا دیا تھا، قریش نے بھی ثمود اور اس کے بدبخت انسان کی روش اختیار کر رکھی ہے، بیت اللہ کے مقاصد کو برباد کرنے اور رسول کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو ان کی بربادی کا موجب ہوگا۔

اس تنبیہ وانذار کے بعد سلسلۂ سخن خلق خدا کے ساتھ محبت وہمدردی کے مضمون کی طرف متوجہ ہو گیا ہے اور اختصار کے ساتھ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے نیکو کاروں اور مال کو سمیٹ کر رکھنے والے بخیلوں کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ انھیں کے انجام کار کی تفصیل سورۂ واللیل میں آئی ہے، گویا یہ پوری سورہ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰاهَا کے اجمال کی تشریح ہے اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰاهَا میں جس فلاح کی طرف اشارہ ہے اس کا ذکر مجمل چھوڑ کر سورۂ واللیل میں اس کی توضیح کی ہے۔ سابق ولاحق سے تعلق کے علاوہ یہ سورہ اپنے اندر ایک مستقل تعلیم حکمت رکھتی ہے یعنی اس میں سرکشی اور تکذیب کے نتائج پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں اور اس کو سابق ولاحق سے ملا کر دیکھا جائے تو اس بیماری (سرکشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتکذیب اور بدبختی) کی جڑ کا سراغ لگ جائے گا اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان تمام مفاسد کی بنیاد اور برائیوں کا سرچشمہ قساوت قلب ہے۔

سورہ کے اجزا کا باہمی تعلق :

سورہ کے نظم اور اس کے اجزا کا باہمی تعلق بیان کرتے ہوئے مولانا فراہیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی پندرہ آیتوں میں خدا کے قانون جزا و سزا کی شہادت کا ذکر ہے، ابتدائی دس آیتوں میں عام دلائل فطرت بیان کیے گئے ہیں اور بقیہ پانچ آیتوں میں مسلم تاریخی شہادتیں مذکور ہیں، مولانا قرآن مجید سے اس اسلوب اور طریقہ کی مثالیں پیش کرتے ہیں کہ وہ تاریخی دلائل کے پہلو بہ پہلو فطری دلائل بیان کرتا ہے جس کا انداز کبھی قسم کا ہوتا ہے جیسے یہاں اور سورۂ فجر میں ہے اور کبھی غیر قسم کا جس کی مثال اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ (سجدہ: ۲۶-۲۸) اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً (قمر: ۱-۵) سے پیش کی ہے، پھر وہ آفتاب و ماہتاب، رات اور دن اور زمین و آسمان کی شہادت کا عمومی پہلو واضح کر کے بتاتے ہیں کہ ان چیزوں کی گواہی کس بات پر پیش کی گئی ہے، یہ بڑی دقیق بحث ہے لکھتے ہیں کہ کائنات کی ہر چیز میں اللہ کی کسی صفت کا جلوہ ہے جو اس کی صفات حسنہ کی گواہی دے رہی ہے، اللہ تعالیٰ کبھی کبھی دقیق اور چھوٹی نشانیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی نشانیاں بے شمار ہیں اور ان کو کوئی گن نہیں سکتا، لیکن اس کا عام دستور یہ ہے کہ وہ صرف اپنی بڑی نعمتوں کو یاد دلاتا ہے جن کا وہی انکار کر سکتا ہے جو عقل سے بالکل بہرہ ہو، نیز وہ اپنی قدرت و حکمت کی بالکل کھلی ہوئی نشانیوں کا حوالہ دیتا ہے جن کو ہر احساس رکھنے والا انسان بغیر کسی کاوش کے دیکھ لے مثلاً سورج، چاند، رات، دن، آسمان وغیرہ اس کے ثبوت میں سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی ابتدائی اور سورۂ بقرہ کی (وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الخ) آیات نقل کی ہیں۔

تقابل کا اسلوب :

اس تمہید سے وہ یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب و ماہتاب کی گردش، روز و شب کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آمد و شد، زمین و آسمان کی خلقت اور ان کے عجائب کے اندر توحید، رحمت الٰہی، عدل، قانون جزا و سزا اور انبیا علیہم السلام کی بعثت کی بے شمار نشانیاں ہیں، اس عمومی شہادت کی توضیح کے بعد مولانا فراہیؒ ان آیات سے معاد کے ظاہری و باطنی دلائل پیش کرتے ہیں کہ اس سورہ میں مقابلہ کا اسلوب ہے یعنی جن چیزوں کو شہادت میں پیش کیا ہے اس کے مقابل اور جوڑے کا ذکر کیا ہے۔ یعنی سورج کے ساتھ چاند، دن کے ساتھ رات اور آسمان کے ساتھ زمین کا ذکر ہے۔ اور قرآن سے ثابت کیا ہے کہ اشیا کے جوڑے جوڑے ہونے میں ہمارے لیے بہت سی دلیلیں ہیں، یہ سیاق کلام ہم کو اس تقابل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جو اس نظام کائنات کے ہر گوشہ میں موجود ہے اور اس سعی و عمل کے تمام ہنگامہ کا اصل محرک ہے اور جو خود ہمارے نفس کی تربیت کے لیے بھی ضروری ہے کیونکہ نفس انسانی کا تمام شرف و کمال اس ریاضت پر مبنی ہے جو اس کو دو بالکل متضاد میلانات کی کشاکش کے اندر کرنی پڑتی ہے۔

کائنات کا تضاد:

کائنات کی ہر چیز ایک پہلو سے بالکل کامل اور مستقل نظر آئے گی، دوسرے پہلو سے ناقص اور محتاج، اس میں حسن و حکمت کا اصلی جمال اس وقت نمایاں ہوتا ہے جب وہ اپنے جوڑے سے مل کر اپنے نقص اور احتیاج کے خلا کو پُر کر لیتی ہے۔

یہ دنیا متضاد عوامل اور مختلف مد مقابل قوتوں کی ایک رزمگاہ ہے، یہاں زندگی اور موت، تخریب اور تعمیر کی ایک باہمی آویزش ہر گوشہ میں پائی جاتی ہے جن کی نگاہیں تہہ تک پہنچنے کی عادی نہیں ہیں، وہ اس حالت میں دھوکا کھا جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا مختلف الاغراض اور جنگ جو دیوتاؤں کا ایک اکھاڑا ہے، مجوس اسی لیے ثنویت کے جال میں پھنس گئے اور بت پرست قوموں کے عقائد و نظریات کی گمراہی ثنویت سے بھی بڑھ کر ہے حالانکہ یہ محض فکر و نظر کی کوتاہی ہے، جن کی نظر ان حکمتوں اور مصلحتوں تک پہونچ گئی جو اس تصادم اور کشاکش کے اندر پوشیدہ ہیں، ان کو صاف دکھائی دیتا ہے کہ اس دنیا کی خالق صرف ایک ہی قادر و قیوم ذات ہے۔ بس نگاہ کو ان مصالح تک پہنچنا چاہیے۔ جو اس تصادم سے پیدا ہوتے ہیں، اس وقت نظر آئے گا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ہر چیز جوڑوں کے اتصال اور ان کے باہمی تعلق سے وجود میں آتی ہے، یہ پوری دنیا مختلف اجزاء عناصر اور متضاد قوی اور عوامل کی ایک نہایت دلفریب اور حسین وحدت ہے اور یہ تمام متضاد حالتیں یمین و یسار، رات و دن، آسمان و زمین، سردی و گرمی، خوشی و غمی، نیکی و بدی اسی وحدت کے احوال و عوارض ہیں۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ	باعظمت ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے
کُلَّہَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ	تمام جوڑے نباتات زمین کی قسم میں سے
اَنۡفُسِہِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ	اور خود ان کے اندر سے اور ان چیزوں
(یٰس: ۳۶)	کے اندر سے جن کو وہ نہیں جانتے۔

اس آیت سے اس قانون کی ہمہ گیری واضح ہے اس پر جس قدر غور کرو اسی قدر اللہ کی عظمت اور اس کی رحمت بے نقاب ہوتی ہے اور ہم کو اس کی تسبیح اور حمد کی دعوت دیتی ہے۔

جن لوگوں نے دنیا کی ہر چیز کو اکہری حالت میں دیکھا ان پر کائنات کا اصلی حسن و جمال بے نقاب نہیں ہو سکا اور وہ طرح طرح کی غلطیوں میں پڑ گئے، جو شخص صرف دنیا کو دیکھے گا اور آخرت کو نہیں دیکھے گا اسے یہ دنیا مکروہ، بد منظر اور ہولناک دکھائی دے گی اور وہ یہ باور نہیں کرے گا کہ اس کی خالق کوئی رحیم و حکیم ہستی ہے کیونکہ دنیا میں ظلم و معصیت کے وحشت ناک مناظر اسے اس بات پر جمنے نہ دیں گے کہ اس کا خالق حکیم و رحیم ہے۔

نظام جسمانی و نظام روحانی کے دو پہلو:

اس حقیقت کو ذہن نشین کرانے کے بعد مولانا وَالشَّمۡسِ وَضُحٰہَا سے وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰہَا (۱۔۱۰) تک کی آیتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جو نظام اس عالم جسمانی میں ہے بعینہ اسی طرح کا نظام عالم روحانی کے اندر بھی ہے مثلاً نظام جسمانی کے دو پہلو ہیں، روشنی اور تاریکی، بلندی اور پستی، ان دونوں پہلوؤں کے اجتماع ہی سے انسان کی پرورش اور فلاح و بہبود کے گوناگوں پہلو ظہور میں آتے ہیں۔

نظام کائنات کے اس اصول پر مبنی ہونے کا مقصد نفوس انسانی کی اصلاح و تربیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے، اسی مناسبت سے کائنات کی حالت کے بالمقابل نفس کی حالت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مادی دنیا کو اللہ نے تاریک و روشن اور پست و بلند اسی لیے بنایا ہے کہ تاکہ انسان کے لیے یہ ایک آئینہ کا کام دے اور اس کو ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نشانیاں مل جائیں، پس پہلے دلائل آفاق بیان کیے پھر بالکل ٹھیک ٹھیک اسی کے مطابق دلائل انفس بیان فرمائے تاکہ اللہ کے خالق و حکیم اور مدبر و متصرف ہونے کا یقین ہمارے اندر پختہ ہو اور پھر یہیں سے توحید اور جزا و سزا کا قطعی ہونا سمجھ میں آجائے، پھر اس کے بعد نفس کی حالت اور اس کے اندر نیکی و بدی کے الہام کا ذکر فرمایا جو زندگی بعد موت اور جزا و سزا کی ایک نہایت واضح دلیل ہے ورنہ فجور و تقوی کے کیا معنی؟ فجور وہ چیز ہے جو مخالف فطرت ہو اور جس کا ارتکاب خدا کی نافرمانی کا باعث ہو اور تقوی نفس کی طہارت اور خدا پرستی کو کہتے ہیں، الہام سے مراد بندگی اور ذمہ داری کا وہ احساس ہے جو ہر انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے الہام اس امر کی نہایت واضح دلیل ہے کہ ہمارا خالق ہمارے اعمال کے مطابق ہم کو جزا و سزا دے گا، یہ وقوع قیامت پر ایک فطری شہادت ہے، نفس کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور شہادت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ شہادت خود ہمارے اندر سے بول رہی ہے لیکن جن کے کان اس عالم محسوسات کے ہنگاموں سے بہرے ہو چکے ہیں وہ اس شہادت سے بالکل بے خبر رہتے ہیں، اس وجہ سے قرآن نے ان کو متوجہ کرنے کے لیے پہلے عالم آفاق (آفتاب و ماہتاب وغیرہ) کی شہادتیں پیش کیں، اس کے بعد ایک تدریج کے ساتھ عالم انفس کی بعض گواہیاں پیش کیں اور سب سے آخر میں ایک تاریخی شہادت پیش کی جو مخاطب کے نزدیک بالکل مسلم و معروف تھی۔ معاد پر اس تاریخی شہادت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا فراہیؒ بتاتے ہیں کہ:۔

اہل عرب جن قوموں سے اچھی طرح واقف تھے انہی کے حالات کو اللہ نے گواہی میں پیش کیا ہے، یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ کذبت ثمود بطغواھا سے جیسا دھندلا تصور ہمارے ذہن میں قائم ہوتا ہے ویسا ہی اہل مکہ کے ذہن میں ہوا ہوگا، ثمود کے متعلق جو اشارات کیے گئے ہیں وہ اہل عرب کے سامنے ثمود کی پوری تاریخ آئینہ کر دینے کے لیے بالکل کافی تھے، مولانا قرآن مجید اور کلام عرب سے مثالیں دے کر ثابت کرتے ہیں کہ ثمود کے چرچے اہل عرب نے وراثت میں پائے تھے اور ان کے متعلق ان کی روزمرہ گفتگوؤں میں مختلف قسم کی مثلیں پھیلی ہوئی تھیں، مولانا فراہیؒ اس حقیقت کی جانب بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہنمائی کرتے ہیں کہ واقعات کی شہادت ہر شخص محسوس کرتا ہے اور طبیعتیں اس سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں، نفس پر خواہشوں کے پردے پڑے ہوتے ہیں اسی وجہ سے آدمی کو اپنے اعمال کی برائی نظر نہیں آتی، لیکن برائی سے نفرت ایک فطری بات ہے، اس وجہ سے دوسروں کے حالات سے وہ عبرت حاصل کرتا ہے، تاریخی شہادتیں آفاقی و انفسی دونوں طرح کے دلائل کی جامع ہوتی ہیں۔

قریش و ثمود اور ان کے سرداروں کی مماثلت :

پہلے واضح ہو چکا ہے کہ اس سورہ میں قریش کے لیے ایک عام انذار و تخویف ہے اور روئے سخن خصوصیت سے قریش کے سردار ابولہب کی طرف ہے، قریش اور ثمود کی مناسبت بہت واضح ہے، قریش تمام عرب کے سردار تھے، ان کے منصب کی عظمت اور ان کی عام ذہنی بلندی سے پورے ملک میں ان کو ایک نمایاں تفوق و برتری کی جگہ دے دی تھی، کسی زمانہ میں یہی حیثیت ثمود کو حاصل تھی، ان کی تمدنی و صنعتی ترقی کا ذکر سورۂ نجم میں بھی ہے، عرب ان کے تمدنی آثار کی مثالیں دیا کرتے تھے، دونوں قوموں کے سرداروں میں اس سے زیادہ گہری مناسبت تھی، قریش کے ابولہب اور ثمود کے قدار ایک ہی قسم کا کردار ہیں جو دو بھیسوں میں دو جگہ نمودار ہو گیا ہے، یہ دونوں بد بخت ترین خلائق تھے، دونوں اپنی اپنی قوموں کے سردار تھے اور بالآخر دونوں ہی نے اپنی قوموں کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا دیا، غرض ان گوناگوں مناسبتوں کی وجہ سے قرآن مجید نے ثمود اور ان کے سردار قدار کو قریش اور ان کے سردار ابولہب کے سامنے بطور مثال اور نمونہ عبرت کے پیش کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ اب خدا کے عذاب کے پوری طرح مستحق ہو چکے ہیں لیکن نبی اور مومنین کے ایمان کی برکت کی وجہ سے ابھی وہ اس کی زد سے محفوظ ہیں، جس روز یہ امان اٹھ جائے گی اور پیغمبر اپنی جماعت کے ساتھ ان کو چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائیگا، عذاب الٰہی آدھمکے گا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ	اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ
فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ	ان کو عذاب دیتا درآں حالیکہ تم ان کے
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ	اندر موجود تھے اور نہیں تھا اللہ ان کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینے والا درآں حالیکہ وہ اپنے گناہوں
(انفال: ۳۳) کی معافی چاہتے ہوں۔

قریش کی ہلاکت کی طرف لطیف اشارہ :

اس سورہ میں مولانا قریش کی ہلاکت کا ایک نہایت لطیف اشارہ یہ بتاتے ہیں کہ ثمود کی سرکشی کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر کو جھٹلانے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ ناقہ کو ہلاک کر دینے کے بعد اپنے پیغمبر کو قتل کر دینے کا بھی ارادہ کیا، سورہ نمل میں (قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ النمل: ۴۹) میں اسی کا ذکر ہے قریش کے اپنے پیغمبر کے ساتھ معاملہ کا ذکر بھی سورہ انفال میں (وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ الانفال: ۳۰) کہہ کر کیا گیا، دونوں واقعات میں کس قدر مشابہت ہے، قریش کے معاملہ کی اٹھان ثمود ہی کے انداز پر تھی، اس وجہ سے پہلے سے معلوم تھا کہ ان کی سرکشی بالآخر کس نتیجہ تک پہنچے گی، ثمود کا واقعہ اسی لیے سنایا گیا کہ قریش اپنے آغاز وانجام کی حکایت پہلے سے سن رکھی تھی اور اگر اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیں تو عبرت حاصل کرلیں، قرآن نے واقعہ کی تفصیل کے بجائے اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیا ہے یہ اس کا عام انداز ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ — کیا تم نے لشکروں کی سرگزشت سنی،
وَ ثَمُوْدَ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ — فرعون اور ثمود کی، بلکہ کافر لوگ تکذیب کے
وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ — درپے ہیں اور اللہ ان کے آگے پیچھے سے
(بروج: ۱۷-۲۰) — ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

گویا اس اختصار کے باوجود اس سورہ میں قریش کے عزائم واعمال اور ان کے انجام کی طرف نہایت لطیف انداز میں اشارات کیے گئے ہیں، کسی واقعہ کے متعلق اس کے ظہور سے پہلے یہ اجمالی اشارات اس لیے کیے جاتے ہیں کہ جب واقعہ ظہور میں آئے تو یہ پیشین گوئیاں مومنین ومنکرین دونوں کے اندر اس امر کا یقین پیدا کریں کہ اللہ کے وعدے بالکل سچے ہوتے ہیں اور وہ ضرور پورے ہو کے رہیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امت مرحومہ کے باب میں ایک اشارہ :

مولانا کے نزدیک اس سورہ میں ایک اشارہ امت مرحومہ کے باب میں بھی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کے صحیفوں اور قرآن مجید میں یہود کی سب سے بڑی شرارت یہ بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے سرکشی اور تعدی کی وجہ سے انبیا اور صالحین کو قتل کیا، سورہ آل عمران میں انبیا کے ساتھ صالحین اور عدل و انصاف کی دعوت دینے والوں کے قتل کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے کیونکہ اس کا محرک بھی وہی نافرمانی اور تعدی ہے۔

اس تمہید کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ چند افراد و اشخاص کے کسی جرم کی پاداش میں پوری قوم پر اپنا غضب نازل نہیں کرتا مگر جب ان کے ہاتھوں سے قسط و عدل کا کوئی بنیادی قانون ڈھ رہا ہو اور دوسرے خاموشی سے ان کے مجرمانہ اعمال کا تماشا دیکھتے رہیں اور مجرموں کے ہاتھ نہ پکڑیں تو اس وقت پوری قوم خدا کے غضب میں مبتلا ہو جاتی ہے کیونکہ عدل و قسط کا قیام اس پورے نظام کائنات کے بقا کے لیے ناگزیر ہے، اس وجہ سے یہ ضروری ہے کہ جب اس پورے نظام کو کوئی صدمہ پہنچے تو سب اس کے لیے دردمند ہوں اور بے چین ہوں اور اللہ تعالیٰ کے قانون کی حفاظت کے لیے ان کے اندر حمیت پیدا ہو جو ایسا نہ کریں وہ درحقیقت مجرموں کے شریک حال اور ان کے معاون ہیں، اسی بنیاد پر قرآن نے ان لوگوں کو سخت الفاظ میں ملامت کی ہے جو جنگ و جہاد کے موقع پر گھروں میں بیٹھے رہے اور حمایت حق و عدل کے جوش سے وہ بے چین نہیں ہوئے، قرآن نے جہاں امت کو اللہ و رسول کی کامل اطاعت کی دعوت دی وہاں اس حقیقت کی بھی نہایت واضح لفظوں میں تصریح کر دی ہے۔ سورۂ انفال آیات ۲۴ تا ۲۰ میں صاف فرمایا کہ اگر کسی قوم کے چند افراد کسی جماعتی معصیت کا ارتکاب کریں اور باقی سب خاموش رہیں اور ان کے ہاتھ نہ پکڑیں تو ان کے جرم کی پاداش میں پوری قوم ماخوذ ہوگی، کیونکہ انھوں نے عدل و حق کو جو سب کی متاع مشترک تھی تنہا چھوڑ دیا۔ ثمود کے واقعہ کی بالکل یہی نوبت تھی اور یہی سبب ہے کہ ان کے اندر سے ایک بدبخت نے جو کچھ کیا اس کے وبال میں پوری قوم پکڑی گئی، قرآن نے ایک شخص کے لیے عقروھا جمع کا صیغہ استعمال کر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جرم کو پوری قوم کی طرف منسوب کیا کیونکہ اس نے خاموشی اختیار کر کے جرم پہ اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دیا تھا' قرآن نے جابجا بہت سے اعمال یہود کی جانب بھی ایسے ہی منسوب کیے ہیں۔

قوموں کے مواخذہ کا قانون:

مولانا قوموں کے مواخذہ کا قانون الٰہی یہ بتاتے ہیں کہ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے وہ اُن کو فوراً ہلاک نہیں کرتا بلکہ ان کے بہت سے گناہوں سے درگذر فرماتا اور مہلت دیتا ہے تاکہ جو توبہ کرنا چاہے وہ توبہ کرلے اور جو ہلاک ہونا چاہے وہ پورے طور پر عذاب کا مستحق ہو جائے' اس کی مثال میں یہود کو پیش کرتے ہیں کہ ان کی نافرمانیوں پر انہیں بار بار سزا دی گئی لیکن جب تک حضرت زکریاؑ و یحییٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ کو اپنے زعم کے مطابق قتل کر کے اپنا پیمانہ لبریز نہیں کر لیا اس وقت تک اللہ نے ان سے نہ شریعت چھینی اور نہ اپنا رشتہ کاٹا۔

ان مقدمات کو پوری طرح ذہن نشین کرانے کے بعد مولانا فراہیؒ امت مرحومہ کی تاریخ کے بعض ورق الٹتے ہیں اور ان کی روشنی میں ایسے نتائج واحوال کا ذکر کرتے ہیں جو ماضی میں ہو چکے ہیں اور ضروری ہیں کہ آئندہ بھی واقع ہوں کیونکہ یہ چیز من جملہ سنت الٰہیہ کے ہے جس کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ اس میں تبدیلی نہ پاؤ گے یعنی سرکشوں اور مفسدوں کی گرفت کا وہ قانون جو اٹل ہے اور جو ہمیشہ بے لاگ ظہور میں آتا ہے۔

یہود میں ناقۃ اللہ کی مثال:

مولانا فرماتے ہیں کہ ثمود نے اونٹنی کا قتل کر کے سرکشی کی جو منحوس مثال قائم کی' یہود نے حضرت عیسیٰؑ کا ارادۂ قتل کر کے بعینہٖ اس مثال کی تقلید کی گویا یہود کے اندر حضرت عیسیٰؑ کا وجود گرامی ناقۃ اللہ کی مثال تھا' یہ مثال محض طبع زاد نہیں ہے بلکہ قرآن کے اشارات سے اس کی تائید ہوتی ہے' ناقہ آیت اللہ تھی' بعینہٖ یہی بات حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بھی قرآن نے کہی ہے وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: ۹۱) اسی بنا پر یہود بھی اس جرم میں ثمود کی طرح پامال کر دیے گئے اور ان سے نبوت ہمیشہ کے لیے چھین لی گئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں میں ناقۃ الٰہی کی مثال :

مولانا فرماتے ہیں کہ اسی کے مشابہ واقعہ امت مرحومہ میں بھی پیش آیا، اس امت کے اندر ناقہ کی مثال حضرت علیؓ تھے، چنانچہ ان کے قتل کے بعد اس امت سے خلافت چھین لی گئی اور خلفاء کا سلسلہ منقطع ہو گیا ان کے بعد ملوک و سلاطین ہوئے الا ماشاء اللہ آنحضرت ؐ نے اس انقلاب کی پیشین گوئی پہلے سے فرمادی تھی اور اس دور کو ملک عضوض کے لفظ سے تعبیر فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں بدبخت ترین خلائق احمر ثمود کی خبر نہ دوں جس نے ناقہ کو قتل کیا اور جو تم کو سر پہ مارے گا اور اس سے یہ داڑھی تر ہو جائیگی۔

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان نہایت مظلومیت سے قتل کیے گئے جن کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل گیا، حضرت فاروق اعظم کی شہادت تاریخ اسلام کا سب سے بڑا حادثہ ہے اور سب سے آخر میں حضرت حسینؓ قتل ہوئے، پھر حضرت عیسیٰؑ سے حضرت علی ہی کے واقعہ کو کیوں تشبیہ دی گئی ہے، مولانا اس کے جواب میں فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے قتل کی ذمہ داری امت پر نہیں ہے، انہیں ایک عیسائی نے قتل کیا اور اس جرم پر صرف تھوڑے سے شریر لوگ راضی تھے اور چونکہ یہ پہلا خون تھا اس لیے قانون الٰہی نے ڈھیل دی، حضرت عمرؓ حضرت زکریا علیہ السلام سے زیادہ مشابہ تھے جس طرح وہ قربان گاہ اور مسجد کے اندر قتل کیے گئے، اسی طرح حضرت عمرؓ بھی نماز کے اندر شہید ہوئے، حضرت عثمانؓ کی حالت حضرت یحییٰؑ کی حالت سے زیادہ مشابہ ہے جس طرح حضرت یحییٰؑ قید کی حالت میں قتل کیے گئے، اسی طرح حضرت عثمانؓ مکان کے اندر بند کر کے شہید کیے گئے، ان وجوہ سے حضرت عیسیٰؑ کے معاملہ سے جو مشابہت حضرت علیؓ کے واقعہ کو ہے وہ کسی دوسرے واقعہ کو نہیں ہے، نتائج کے اعتبار سے بھی دونوں بالکل یکساں درجہ کی اہمیت رکھتے ہیں، یہود حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا ارادہ کر کے خدا کی امانت سے محروم ہو گئے اور مسلمان حضرت علیؓ کے قتل کی ذمہ داری لے کر خلافت مقدسہ سے محروم ہو گئے، رہا حضرت حسینؓ کا واقعہ تو درحقیقت یہ اسی بدبختی کا ایک مظہر ہے جو حضرت علیؓ کے قتل کی صورت میں نمودار ہوئی تھی، ایک برائی دس برائیوں کا دروازہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھولتی ہے حضرت علیؓ کے قتل کی صورت میں جو بدبختی نظر آئی وہی حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کا باعث ہوئی اور پھر اسی واقعہ کی جڑ سے ہزاروں فتنوں کی شاخیں پھوٹی اور پھیلیں، مسلمانوں کی جان و مال کی بربادی کے جو ہولناک اور شرمناک واقعات بارہا پیش آئے، یہ سب اسی شجرہ فساد کے برگ و بار تھے، انہی فتنوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں باخبر کیا تھا یا ایہا الناس انما المومنین اخوۃ ولا یحل لامرءٍ مال اخیہ الاعن طیب نفس منہ الاھل بلغت اللھم اشھد فلا ترجعن بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا کا مفہوم:

آخر میں ولا یخاف عقباھا کی تفسیر کرتے ہوئے پہلے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ قرآن مجید جس طرح اگلے صحیفوں کا مصدق اور ان کی تکمیل کرنے والا ہے، اسی طرح ان کے اختلافات میں فیصلہ کی کسوٹی ہے، اس نے جابجا اپنی یہ حیثیت نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی ہے پس جس طرح وہ ان کی بہت سی باتوں کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح ان کی بہت سی باتوں کی پر زور تردید بھی کرتا ہے جو یہود نے ان میں ملا دی تھی اور جن کو حقیقت سے کوئی علاقہ نہیں مثلاً

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ (ق : ۳۸)

اور ہم نے پیدا کیا آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔

یہاں تک تو بعینہ تورات کے بیان کی تصدیق تھی پھر فرمایا

وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (ق : ۳۸) اور ہم کو ذرا بھی تکان محسوس نہیں ہوئی

یہ ٹکڑا قرآن مجید کے مہیمن اور حکم ہونے کو نمایاں کرتا ہے اس میں تورات کے باب پیدائش کے اس بیان کی تردید ہے جو یہود نے اس میں ملا دیا ہے کہ

"خداوند نے چھ دن کام کیا اور ساتویں دن آرام کیا"

اس اسلوب کی مثالیں قرآن مجید میں بہت ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی باتیں کہتا چلا جاتا ہے اور انہیں کے بیچ میں کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے کسی خاص خیال کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تردید یا غلط فہمی کا ازالہ مقصود ہوتا ہے، اس تمہید کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جہاں بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں وہاں ایک غلط فہمی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بہت سے رحمت و عذاب کے کاموں پر جو اس سے صادر ہوتے رہتے ہیں کبھی کبھی پچھتایا بھی کرتا ہے چنانچہ اس کی ایک دلچسپ مثال توارات کی کتاب پیدائش کے باب ۶ میں بھی ہے "خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے دل کے تصور اور خیال سدا برے ہی ہوتے ہیں تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور غم کیا۔" اسی طرح طوفان نوح کے ذکر کے بعد ہے "اور خداوند نے اپنے دل میں کہا کہ انسان کے سبب سے میں پھر کبھی زمین پر لعنت نہیں بھیجوں گا کیونکہ انسان کے دل کا خیال لڑکپن سے برا ہے اور نہ پھر سب جانداروں کو جیسا کہ اب کیا ہے ماروں گا۔"

مولانا قرآن کی تعلیم کو اس سے بالکل مختلف بتاتے ہیں قرآن یہ کہتا ہے کہ اللہ جو کچھ کرتا ہے حکمت و رحمت کے ساتھ کرتا ہے، کسی قوم کی ہلاکت یا رفعت بغیر کسی اصول و ضابطہ کے نہیں ہوتی اس کے کسی کام میں نہ خوف و طمع کا شائبہ ہے اور نہ کسی کمی بیشی کا اندیشہ، اس وجہ سے وہ ندامت و شرمندگی اور رنج و پچھتاوے کے تمام احوال و عوارض سے بالکل ارفع و اعلیٰ ہے اور یہی حقیقت ہے جو یہاں وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (شمس: ۱۵) اور وہ نہیں ڈرتا کہ پیچھے کیا ہوگا" سے واضح کی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com